Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

# A Research Review of Pakistani Laws on Annulment of Marriage

# تنسیخ نکاح سے متعلق پاکستانی قوانین کا تحقیقی جائزہ

Al-Qirtas

Ishrat Perveen — MS, Islamic Studies, HITEC University Taxila
Muhammad Waqas — MS, Islamic studies Scholar HITEC University Taxila
Muhammad Aqib — MS, Islamic Studies, HITEC University Taxila

**Abstract**

Criminal Laws are the same for all countries and do not discriminate on the basis of caste, creed or religion. Another type of law, called civil law, deals with social and cultural issues and matters Under which certain religious parties have the right to decide matters related to family matters, especially on the basis of the customary or religious law of that party. It is also called Personal Law. As the issue of annulment of marriage falls under the civil laws and the laws of Pakistan originated from the laws prevailing in the British era which were implemented here after Pakistan in the same way, in which later amendments were made. In the article under review, Pakistani laws related to annulment of marriage will be reviewed to what extent they are compatible with Sharia laws.

**Keyword:** Laws, British, Implemented, Personal, Family, Cultural, Marriage, Nikah, Annulment, Shariah.

**تعارف:**

فوج داری قوانین تمام ملک والوں کے لیے یکساں ہوتے ہیں اور ان میں نسل، عقیدے یا مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کی کوئی امتیاز نہیں رکھا جاتا۔ دوسری قسم کے قوانین جنہیں دیوانی قوانین کہا جاتا ہے، ان کا تعلق معاشرتی و تمدنی مسائل اور معاملات سے ہے۔ جس کے تحت مخصوص مذہبی جماعتوں کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ خصوصاً عائلی معاملات سے متعلق معاملات کا فیصلہ مقدمے کا فیصلہ اس جماعت کے رواجی یا مذہبی قانون کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ اسے پرسنل لا بھی کہا جاتا ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی حکمرانی سے پہلے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی تو اس وقت تمام شعبہ ہائے حیات پر اسلامی قوانین ہی کا اطلاق ہوتا تھا، مغلیہ دور حکومت (1526-1858) میں ملک کا قانون حنفی فقہ کے مطابق تھا۔ اس دور میں انہوں نے عدالتی نظام کو بخوبی منظم کیا۔ معروف مورخ واحد حسین لکھتے ہیں کہ مغلیہ دور کے نظام عدلیہ نے ہندوستان کے موجودہ نظامِ عدالت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہ نظام پورے ہندوستان کے متمدن معاشرے کو محیط تھا۔ بادشاہ کے فرائض میں شامل تھا کہ وہ اپنی سلطنت میں قرآنی احکامات اور شریعت اسلامیہ کو نافذ کرے۔ یہی وجہ تھی کہ عدالتوں میں فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کے مقدمات کا فیصلہ اسلام کے اصولوں پر ہوتا تھا۔ البتہ غیر مسلموں کو اپنے شادی نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ کے معاملات میں ان کے مذہبی یا رواجی قوانین پر عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ گویا مغلیہ دور میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا اپنا پرسنل لا تھا۔ پرسنل لا کا اطلاق خاندانی زندگی کے ان مسائل پر ہوتا ہے جن کا تعلق اولاد و والدین کے حقوق، شادی بیاہ، طلاق، خلع، میاں بیوی کے معاملات اور وراثت، ہبہ وغیرہ سے ہو۔[i]

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنے پانچ سو سالہ دور اقتدار میں غیر مسلموں کو کبھی اپنے پرسنل لا کا پابند نہیں بنایا، بلکہ ہندو، سکھ اور دیگر مذاہب کے افراد اپنے مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے اور مسلمان اپنی شریعت کے مطابق اپنے معاملات حل کرتے تھے۔ برصغیر میں انگریزوں کی آمد کے تقریباً پونے دو سو سالہ دور حکومت میں بھی ہندوؤں کو ہندو پرسنل لا اور مسلمانوں کو مسلم پرسنل لا پر عمل کرنے کا اختیار تھا۔

جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں اقتدار حاصل کر لیا اور ملک کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لینا شروع کیے تو ۱۷۶۵ء میں انگریزوں نے عدالتوں کی از سر نو تنظیم کی۔ تاہم ابتدا میں انگریز جج مسلمان علما اور ماہرین قانون کی مدد سے دیوانی معاملات میں اسلامی شریعت کے مطابق ہی فیصلے کرتے رہے۔ 1820 کے عشرے میں مسلم فوجداری قوانین پر نظر ثانی کی گئی۔ اور اس کے بعد فقہ اسلامی کے قانون معاہدات، قانون شہادت، قانون بیع و شرا، اور دیگر تمام اہم قوانین تدریجاً کالعدم قرار دے دیے گئے۔ مسلمانوں کو صرف اپنے چند عائلی قوانین پر عمل کرنے کی اجازت رہ گئی۔ 1862 میں اسلامی فقہ کے فوجداری قانون کو ختم کرکے انڈین پینل کوڈ کے نام سے نیا قانون نافذ کیا گیا، جو آج بھی اسی نام سے رائج ہے۔ تاہم دیوانی مقدمات میں نکاح، طلاق، خلع، مہر، نان و نفقہ، وراثت ہبہ وغیرہ جیسے عائلی اور شخصی نوعیت کے مسائل کی حد تک اسلامی قانون کو باقی رہنے دیا گیا۔[ii]

انگریزوں کے دور میں 1930 کی دہائی میں عدالت میں ایک مسلمان میمن برادری سے تعلق رکھنے والی خاتون کا مقدمہ آیا، جسے اپنے والد کی میراث سے حصہ چاہیے تھا۔ اسلام کے قوانین وراثت کے مطابق بیٹی لازمی طور پر اپنے باپ کی میراث کی حق دار ہوتی ہے۔ انگریز جج نے اس مقدمے کا فیصلہ ہندو رسم و رواج کے مطابق کیا گیا اور ایک مسلمان لڑکی کو باپ کی وراثت میں اس کے حق سے محروم کر دیا گیا۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ ایک صریح زیادتی تھی کہ ایک بیٹی کو محض اس کے عورت ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کے میراث سے محروم کر دیا جائے۔ اس وقت علما نے اسی فیصلہ کو بنیاد بناتے ہوئے تحفظ شریعت کی آواز بلند کی اور ملک گیر تحریک چلائی۔ اس تحریک کے نتیجے میں 1937 میں مسلم پرسنل لا ''شریعت اپلیکیشن ایکٹ'' پاس ہوا۔ یہ انگریز دور میں برصغیر میں مسلمانوں کی تہذیبی شناخت اور شریعت کی حفاظت کے تعلق سے پہلی کامیابی تھی۔

شریعت اپلیکیشن ایکٹ میں یہ کہا گیا کہ اس کا اطلاق ایلا، ظہار، لعان، خلع، شادی بیاہ، فسخ نکاح، طلاق، نان و نفقہ، مہر، ولایت، ہبہ اور اوقاف وغیرہ کے معاملات میں جہاں فریقین مسلمان ہوں فیصلے کا قانون rule of decision مسلم پرسنل لا ہوگا۔ نیز یہ کہ حکومت مسلمانوں کے شخصی نوعیت کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گی اور ان کو اپنے مذہب کے مطابق اپنے معاملات فیصل کروانے کی آزادی ہوگی۔

۱۹۳۹ء میں اپنے زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے نکاح کے معاملات میں بیوی کے حقوق میں کثرت سے زیادتی ہوتے دیکھی، بعض ایسے معاملات بھی تھے جن میں فقہ حنفی کی رو سے عورت کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی، تو اس وقت کے علما نے متفق ہو کر ان بعض معاملات میں فقہ مالکی کے مطابق فتویٰ دینے کی گنجائش دی، اور اس کے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''الحیلۃ الناجزۃ'' کتاب لکھی، جن میں ان معاملات کو تفصیل سے ڈسکس کیا گیا۔ اور عورت کے لیے نکاح کی تنسیخ سے متعلق فقہ مالکی میں درج طریقہ کار کو واضح کیا اور اسی کے مطابق عمل کرنے کا فتویٰ ذکر کیا۔

۱۹۳۹ میں ''الحیلۃ الناجزۃ'' کو بنیاد بناتے ہوئے انگریز حکومت نے اپنے قوانین میں ترمیم کرتے ہوئے تنسیخ نکاح کا قانون بنایا اور اسے (Dissolution of Marriage Act, 1939) کا نام دیا گیا، اور اسے نافذ کیا گیا۔[iii]

پاکستان بننے کے بعد تعزیراتِ ہند پاکستانی قانون کا حصہ بنا جو آج تک چلا آ رہا ہے۔ ۱۹۶۱ میں عائلی قانون میں مختلف قسم کی انتظامی نوعیت کی تبدیلیاں کی گئی ہیں جیسے کہ شادی کا رجسٹریشن ضروری قرار دیا گیا ہے، دوسری شادی کے لئے حکومت کی جانب سے جاری کردہ Arbitration Council کی اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے،

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

اسی طرح طلاق کے لئے بھی یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ Arbitration Council کو اس کی اطلاع دے اور وہ میاں بیوی کے درمیان مفاہمت کی کوشش کرے۔ تاہم اس میں تنسیخِ نکاح کے متعلق سابقہ قانون کو برقرار رکھا گیا۔

**پاکستانی قوانین میں تنسیخ نکاح کی صورتیں**

تحلیل آف مسلم میر جز ایکٹ 1939 کا سیکشن 2 جو کہ پاکستانی قانون میں مسلم فیملی لا کا حصہ ہے، اس میں مذکور ہے کہ شادی شدہ مسلمان عورت مسلم قانون کے تحت اس میں مذکور کسی ایک یا زیادہ بنیادوں (وجوہات) پر اپنی نکاح کو فسخ کرنے کا حکم نامہ حاصل کرنے کی حق دار ہوگی۔ تاہم اس میں یہ واضح رہے کہ اس دفعہ کے فوائد بیوی کو مل سکتے ہیں خواہ اس کا نکاح ایکٹ کے شروع ہونے سے پہلے ہو یا بعد میں۔ یعنی سیکشن 2 کی دفعات کو سابقہ اثر دیا گیا ہے۔

تنسیخِ نکاح کی صورتیں درج ذیل ہیں:

**(I) شوہر چار سال سے لاپتہ ہو**

that the whereabouts of the husband have not been known for a period of four years.[iv]

سیکشن 2 (i) میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی خاتون کا خاوند لاپتہ ہے اور اس کے لاپتہ ہونے کے چار سال یا اس سے زیادہ عرصہ گزرا ہو اور اس کا ٹھکانہ معلوم نہیں ہے تو ایسی صورت میں اگر بیوی چاہے تو اپنی نکاح کی تنسیخ کے لیے درخواست دائر کر سکتی ہے۔ نیز خاوند کو لاپتہ سمجھا جاتا ہے اگر بیوی، یا کوئی ایسا شخص جس سے شوہر کا علم ہونے کی توقع ہو، شوہر کو تلاش کرنے سے قاصر ہے۔

اسی ایکٹ کی سیکشن 3 میں لاپتہ خاوند کی بیوی کے لیے طریقہ کار درج ہے کہ جہاں بیوی اس بنیاد پر تنسیخِ نکاح کی درخواست دائر کرتی ہے، تو اسے ایسے تمام افراد کے نام اور پتے بتانے ہوتے ہیں جو اس کی موت کے بعد شوہر کے قانونی وارث ہوتے۔ نیز اس عورت کے لاپتہ خاوند کے بھائی اور چچا کو بھی شامل کیا جانا چاہیے خواہ وہ قانونی وارث نہ ہوں۔ عدالت ایسے تمام افراد کو نوٹس جاری کرے گی کہ وہ اس کے سامنے پیش ہوں اور بتائیں کہ کیا انہیں گمشدہ خاوند کے بارے میں کوئی علم ہے۔

جب یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ گزشتہ چار یا اس سے زیادہ سالوں سے شوہر کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہے، تو عدالت نکاح کی تنسیخ کا حکم جاری کرے گی۔ اس بنیاد پر عدالت کی طرف سے جاری کردہ حکم نامہ ایسے حکم نامے کی تاریخ سے چھ ماہ کی میعاد ختم ہونے کے بعد ہی نافذ العمل ہوتا ہے۔[v]

اگر چھ ماہ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے شوہر دوبارہ ذاتی طور پر حاضر ہوتا ہے یا اپنے وکیل کے ذریعے عدالت سے بات کرتا ہے اور عدالت کو مطمئن کرتا ہے کہ وہ اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لیے تیار ہے، تو عدالت مذکورہ حکم نامے کو منسوخ کر دے گی اور نکاح کو فسخ نہیں کیا جائے گا۔[vi]

**(II) شوہر کا دو سال تک بیوی کو سنبھالنے میں ناکامی**

that the husband has neglected or has failed to provide for her maintenance for a period of two years.[vii]

سیکشن 2 (ii) میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو دو (یا اس سے زیادہ) سال تک کفالت فراہم کرنے میں کوتاہی کی ہو یا ناکام رہا ہو تو ایسے خاوند کی بیوی اپنی شادی کو ختم کرنے کا حکم نامہ حاصل کرنے کی حقدار ہوگی۔ کیونکہ خاوند کی شرعی ذمہ داری ہے اپنی بیوی کی دیکھ بھال کرے۔ اگر خاوند بیوی کی یہ ذمہ داری پوری کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ اسی بنیاد پر طلاق لے سکتی ہے۔

خاوند اپنی بیوی کو درج ذیل دو وجوہات کی بنیاد پر نہیں کفالت کرتا:

- وہ اسے نظر انداز کرتا ہے۔
- اس وجہ سے کہ اس کے پاس کفالت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

دونوں صورتوں میں، یہ خاوند کے نکاح کو برقرار رکھنے میں ناکامی کے مترادف ہے جو بیوی کو اپنی شادی کو ختم کرنے کا حق دیتا ہے۔ اگر شوہر غربت، بیروزگاری، قید، خرابی صحت یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے اپنی بیوی کو سنبھالنے سے قاصر ہے، تب بھی بیوی اگر چاہے تو اپنے نکاح کو تحلیل کرنے کا حکم نامہ حاصل کرے۔

نیز یہ بھی واضح ہو کہ بیوی کی کفالت شوہر کی ذمہ داری ازدواجی ذمہ داریوں کی بیوی کی اپنے عمل کے ساتھ مشروط ہے۔ لہٰذا اگر بیوی بغیر کسی معقول عذر کے الگ رہتی ہے، تو وہ شوہر کے اسے برقرار رکھنے میں ناکامی کی بنیاد پر عدالتی طلاق لینے کی حقدار نہیں ہے کیونکہ اس کا اپنا طرز عمل اسے مسلم قانون کے تحت نان نفقہ سے محروم کرتا ہے۔ بیوی کا ناقص طرز عمل جس کی وجہ سے وہ مسلم قانون کے تحت نفقہ حاصل کرنے کی حقدار نہیں ہے۔ لہذا اگر بیوی معمولی جھگڑے کے بعد ازدواجی گھر سے نکل جائے اور دو سال تک واپس نہ آئے تو اس شق کے تحت وہ عدالتی طلاق حاصل نہیں کر سکتی۔ دوسرے الفاظ میں، اگر بیوی بغیر کسی وجہ کے شوہر سے دور رہتی ہے اور دو سال کے بعد دفعہ 2 (ii) کے تحت تنسیخِ نکاح کے لیے درخواست دائر کرتی ہے تو اس کی شنوائی نہیں ہو گی، اور عدالت اس کی درخواست اس بنیاد پر خارج کر دے گی کہ بیوی نے اپنے کاوند کو یہ موقع ہی فراہم نہیں کیا۔[viii]

**(III) شوہر کو سات سال یا اس سے زائد کی قید سزا ہو**

that the husband has been sentenced to imprisonment for a period of seven years or upwards.[ix]

سیکشن 2(iii)، جو شرط (a) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، یہ بتاتا ہے کہ اگر اس کے خاوند کو سات یا اس سے زیادہ سال کی قید کی سزا سنائی گئی ہو تو بیوی عدالت کے حکم سے اپنی شادی کو فسخ کرنے کی حقدار ہے۔

اس بنیاد پر بیوی کا عدالتی طلاق کا حق اس تاریخ سے شروع ہوتا ہے جس تاریخ کو سزا حتمی ہو گئی ہو۔ لہٰذا، شوہر کی طرف سے اپیل کی تاریخ ختم ہونے کے بعد یا حتمی عدالت کی طرف سے شوہر کی طرف سے اپیل خارج ہونے کے بعد ہی اس کے حق میں حکم نامہ پاس کیا جا سکتا ہے۔

**(IV) شوہر کا تین سال تک ازدواجی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکامی**

that the husband has failed to perform, without reasonable cause, his marital obligations for a period of three years.[1]

سیکشن 2 (iv) کے تحت اگر اس کا شوہر بغیر کسی معقول عذر کے تین سال کی مدت تک اپنی ازدواجی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے تو بیوی اپنی شادی کو تحلیل کرنے کی حقدار ہے۔ تاہم اس ایکٹ میں شوہر کی ازدواجی ذمہ داریوں' کی وضاحت نہیں کی گئی کہ وہ کونسی ذمہ داریاں جن کی ادائیگی میں قاصر رہنے کی صورت میں بیوی کو تنسیخِ نکاح کا حق مل جاتا ہے۔ کیونکہ مسلم قانون کے تحت شوہر کی کئی ازدواجی ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن اس شق کے مقصد کے لیے صرف ان ازدواجی ذمہ داریوں کو انجام دینے میں شوہر کی ناکامی کو مد نظر رکھا جا سکتا ہے جو اس ایکٹ کے سیکشن 2 کی کسی بھی شق میں شامل نہیں ہیں۔

**(V) شوہر کی نامردی**

the husband was impotent at the time of the marriage and continues to be so.[1]

ایکٹ کے سیکشن 2 (v) کے تحت بیوی اپنے خاوند کی نامردی کی بنیاد پر اپنی شادی کو فسخ کرنے کا مقدمہ کر سکتی ہے۔ لیکن، حکم نامہ حاصل کرنے کے لیے، بیوی کو درج ذیل دو حقائق ثابت کرنا ہوں گے:

1. یہ کہ شوہر نکاح کے وقت نامرد تھا،اور اسے علم نہیں تھا۔

2. یہ کہ وہ مقدمہ دائر کرنے تک نامرد ہی رہا ہے۔

بیوی کو اس بنیاد پر تنسیخِ نکاح کا حق اسی صورت میں مل سکتا ہے جب مذکورہ دونوں حقائق پوری طرح ثابت ہوں۔اس بنیاد پر نکاح کی تحلیل کا فیصلہ کرنے سے پہلے، عدالت خاوند کو اپنی طاقت ثابت کرنے کے لیے ایک سال کا وقت دینے کی پابند ہے بشرطیکہ وہ اس کے لیے درخواست کرے۔اگر خاوند ایسی درخواست نہیں دیتا ہے تو عدالت بلا تاخیر تنسیخِ نکاح کا فیصلہ کردے گی۔البتہ اگر عدالت نے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی اور شوہر اس مدت میں عدالت کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس میں مردانہ قوت ہے تو عدالت تنسیخِ نکاح کا حکم جاری نہیں کرے گی۔[x]

**(VI) شوہر کا پاگل پن،جذام یا جنسی بیماری**

that the husband has been insane for a period of two years or is suffering from a virulent venereal disease[xi]

سیکشن 2 (vi) مسلم قانون کے تحت شادی شدہ بیوی کو اس بنیاد پر تنسیخِ نکاح کا حق دیتا ہے کہ اس کا شوہر دو سال سے پاگل ہے یا جذام کا مریض ہے یا کسی متعدی جنسی مرض میں مبتلا ہے۔عدالت سے رجوع کرنے سے پہلے شوہر کا پاگل پن دو یا زیادہ سال کا ہونا چاہیے۔لیکن ایکٹ میں یہ واضح نہیں کیا گیا ہے کہ دماغ کی خرابی قابل علاج ہو یا لاعلاج ہو،دونوں صورتوں میں عورت کو فسخ نکاح کا حق مل جاتا ہے۔

جذام سفید یا سیاہ ہو سکتا ہے یا جلد کو مرجھا سکتا ہے۔-یہ قابل علاج یا لاعلاج ہو سکتا ہے۔اس ایکٹ میں نہ تو جذام کی شکل بتائی گئی ہے اور نہ ہی اس کی مدت۔یہ عدالت کے پر موقوف ہے کہ وہ معاملہ دیکھنے کے بعد جو مناسب سمجھے تو اس کے مطابق فیصلہ کردے۔اس ایکٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ جنسی بیماری خطرناک (مستقل) نوعیت کی ہونی چاہیے یعنی لاعلاج جیسے ایڈز ہے۔یہ کسی بھی مدت کا ہو سکتا ہے۔مزید یہ کہ اگر یہ بیماری خود بیوی کے شوہر کو لگ گئی ہو تب بھی وہ اس بنیاد پر تنسیخِ نکاح کی حق دار ہے۔[xii]

**(VII) بیوی کی طرف سے بلوغت کا اختیار**

that she, having been given in marriage by her father or other guardian before she attained the age of fifteen years, repudiated the marriage before attaining the age of eighteen years.[1]

نکاح کو تحلیل کرنے کی یہ بنیاد شوہر کی کسی غلطی یا عذر و بیماری پر مبنی نہیں ہے۔بلکہ یہ ایک آزاد شق ہے جس کے تحت بیوی کے اختیار پر نکاح کالعدم ہے۔دفعہ 2 (vii) کے تحت بیوی اپنی شادی کو تحلیل کرنے کا حکم نامہ حاصل کر سکتی ہے اگر اس کی شادی اس کے والد یا کسی دوسرے سرپرست نے اس کی نابالغ ہونے کے دوران کی ہو۔ اس طرح، یہ شق اسے یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے نکاح سے انکار کردے، بشرطیکہ شادی مکمل نہ ہوئی ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ حق پرانے قانون کے تحت بیوی کو بھی حاصل تھا۔لیکن اس ایکٹ نے بیوی کی طرف سے بلوغت (خیار البلاغ) کے اختیار کے قانون میں درج ذیل تبدیلیاں کی ہیں۔

(1) پرانے قانون کے تحت بلوغت کا آپشن دستیاب نہیں تھا جہاں نابالغ کی شادی کا معاہدہ والد یا والد کے والد سے ہوتا تھا۔لیکن اب بیوی یہ حق استعمال کر سکتی ہے خواہ اسے اس کے باپ یا دیگر کسی بھی سرپرست نے نکاح میں دیا ہو۔

(2) پرانے قانون کے تحت بیوی کو بلوغت کا اختیار بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے فوراً بعد استعمال کرنا تھا۔اب،ایکٹ یہ فراہم کرتا ہے کہ بیوی اٹھارہ سال کی عمر تک اس حق کا استعمال کر سکتی ہے،بشرطیکہ شادی قبل از وقت پوری نہ ہو۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

(VII-A) لعان

1939 کے ایکٹ میں ترمیم کرکے اس میں لعان کی شق کا اضافہ کیا گیا، یہ ترمیم بذریعہ تحفظ نسواں (فوجداری قوانین ترمیم) ایکٹ 2006، ایکٹ نمبر VI مجریہ 2006 ہوئی۔

لعان سے مراد یہ ہے کہ خاوند نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد کیا اور بیوی ایسے الزام کا سچ تسلیم نہیں کرتی۔ اگر کوئی مسلمان خاوند اپنی بیوی پر زنا اور بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو اسے ثابت کرنا ہوگا اگر خاوند زنا کا الزام ثابت کرنے میں ناکام ہو جائے اور اس کا الزام جھوٹا ثابت ہو جائے، اور پھر بیوی کو اس کا نکاح ختم کرنے کی حقدار ہے۔ واضح رہے کہ شوہر کی طرف سے محض زنا کا جھوٹا الزام لگانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ بیوی کو اس کے لیے مقدمہ دائر کرنا ہوگا۔

جہاں بیوی عدالت میں مقدمہ دائر کرتی ہے، شوہر کو حلف پر اپنے الزامات کی تصدیق کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ اس مرحلے پر شوہر کے پاس دو متبادل ہوتے ہیں۔ وہ یا تو اپنے الزامات واپس لے سکتا ہے یا حلف کے ساتھ تصدیق کر سکتا ہے کہ اس کے الزامات درست ہیں۔ اگر شوہر اپنا الزام واپس لے لے تو بیوی طلاق نہیں لے سکتی۔ شوہر مقدمہ ختم ہونے سے پہلے کسی بھی وقت اپنے الزامات واپس لے سکتا ہے۔ اگر شوہر اپنے الزامات واپس نہ لے تو اسے عدالت میں قائم کرنا ہوگا۔ اگر وہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی اصل میں زنا کی مجرم ہے، تو بیوی کا طلاق کا مقدمہ ناکام ہو جاتا ہے۔ لیکن، اگر شوہر الزام ثابت کرنے سے قاصر ہے، تو عدالت کی طرف سے اس کی شادی کو تحلیل کرنے کا حکم نامہ منظور کیا جاتا ہے۔

تاہم، یہ صرف شوہر کی طرف سے لگائے گئے زنا کا 'رضاکارانہ اور جارحانہ الزام' ہے جو، اگر جھوٹا ہے، تو بیوی کو لعان کی بنیاد پر طلاق کا حکم نامہ حاصل کرنے کا حق دے گا۔ جہاں بیوی اپنے رویے سے شوہر کے جذبات مجروح کرتی ہے اور شوہر اس پر بے وفائی کا الزام لگاتا ہے، تو بیوی کے برے رویے کے جواب میں شوہر جو کچھ کہتا ہے، اسے بیوی بدکاری کے جھوٹے الزام کے طور پر استعمال نہیں کر سکتی۔ اور لعان کے تحت طلاق نہیں دی جائے گی۔

**(VIII) شوہر کی طرف سے ظلم**

that the husband treats her with cruelty.[xiii]

سیکشن 2 (viii) میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شوہر اس کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرے تو وہ تنسیخ نکاح کے لیے مقدمہ کر سکتی ہے۔ 1939 سے پہلے بھی شوہر کے ظلم کو طلاق کے لیے کافی بنیاد سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس کا دائرہ صرف جسمانی اذیتوں تک محدود تھا۔ شوہر کی طرف سے ذہنی ظلم شادی کو تحلیل کرنے کے لیے کافی نہیں تھا۔ ایکٹ نے اب اس اصطلاح کا دائرہ کار بڑھا دیا ہے۔ ظلم میں اب ذہنی اذیت بھی شامل ہے۔ اس ایکٹ میں خاوند کے درج ذیل اعمال کو بیان کرتے ہوئے ظلم کی تعریف کرتا ہے جنہیں بیوی کے خلاف ظلم سمجھا جاتا ہے۔[xiv]

**(A) بیوی پر عادی حملہ کرنا یا ظالمانہ رویہ سے اس کی زندگی کو اجیرن بنانا اگرچہ ایسا سلوک جسمانی بدسلوکی کے مترادف نہ ہو**

(a) habitually assaults her or makes her life miserable by cruelty of conduct even if such conduct does not amount to physical ill-treatment.[1]

شوہر کا کوئی بھی طرز عمل جو جسمانی طور پر بدسلوکی نہ ہو لیکن اس نوعیت کا ہو جس سے بیوی کی زندگی اجیرن ہو جائے وہ بھی اس پر ظلم ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی سے کافی دیر تک بات کرنا بند کر دے یا جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر دے تو اس سے اس کی زندگی اجیرن ہو سکتی ہے حالانکہ اس میں کوئی جسمانی حملہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر شوہر عادتاً بیوی کو گالی دیتا ہے یا بار بار اس کے کردار کے خلاف توہین آمیز باتیں کرتا ہے تو شوہر کے طرز عمل کو بیوی کے خلاف ذہنی ظلم قرار دیا جا سکتا ہے۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

**(B) شوہر کی بد قماش عورتوں سے میل جول رکھتا ہو یا یہ کہ وہ بدنام زندگی گزارتا ہے**

(b) associates with women of evil repute or leads an infamous life.[1]

یعنی کسی خاتون کا شوہر بد قماش عورتوں اور بدنام زندگی گزارنے کا عادی ہو تو اس کی بیوی اس بنیاد پر عدالت سے نکاح فسخ کرواسکتی ہے، تاہم اسے اس کے متعلق ثبوت فراہم کرنے ہوں گے۔

**(C) شوہر اپنی بیوی کو غیر اخلاقی زندگی گزارنے پر مجبور کرنے کی کوشش کرتا ہے**

(c) attempts to force her to lead an immoral life.[1]

ایک پاک دامن خاتون کے لیے یہ بہت بڑی ذہنی اذیت ہو گی اگر اسے اس کا خاوند اس کی مرضی کے خلاف بدکار اور بدکاری میں زندگی گزارنے پر مجبور کرے۔ جہاں ایک شوہر اپنی بیوی کو غیر اخلاقی زندگی گزارنے پر مجبور کرتا ہے وہاں اس کا طرز عمل ظاہر ہے کہ اس کی بیوی کے خلاف ذہنی ظلم ہے۔ لہذا ایسی خاتون عدالت سے تنسیخِ نکاح کے لیے رجوع کرسکتی ہے

**(D) شوہر بیوی کی جائیداد میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف یا اسے اس پر اپنے قانونی حقوق استعمال کرنے سے روکتا ہے**

(d) disposes of her property or prevents her exercising her legal rights over it.[xv]

اس صورت کی تشریح میں یہ کہا گیا ہے کہ شوہر کے اس طرز عمل کو صرف اس صورت میں ظلم سمجھا جاتا ہے جب وہ اپنی بیوی کی جائیداد کا کافی حصہ اس کی رضامندی کے بغیر بیچتا ہے یا دوسری صورت میں منتقل کرتا ہے اور اس تصرف سے بیوی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ شوہر کا طرز عمل ظالمانہ ہے جہاں وہ بیوی کی ملکیت کی معمولی اشیا بیچتا ہے (کہیں کہ ایک یا دو روپے) یا جہاں وہ بیوی کے زیورات بیوی کی بیماری میں طبی اخراجات کے لیے یا اس کے پیشے کو آگے بڑھانے کے لیے فروخت کرتا ہے۔ بیوی کی جائیداد کا حصہ اور اس کا تصرف اس جائیداد سے چھٹکارا حاصل کرنے کے معنی میں بیوی کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ شوہر کے خود غرضی کے لیے ہے، کسی ضروری ضرورت کو پورا کرنے کے مقصد سے نہیں بلکہ اس سے زیادہ فضول خرچی کے معنی میں۔ نیز بیوی کی مملوکہ جائیداد کا تصرف اس کے خلاف ظلم ہے یا نہیں، اس کی جانچ نہ تو جائیداد کی قیمت ہے اور نہ ہی وہ حالات جن میں اسے تصرف کیا گیا ہے۔ بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ تصرف سے بیوی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں یا نہیں۔ مثال کے طور پر اگر شوہر بیوی کی انگوٹھی اس کی مرضی کے خلاف بیچتا ہے تو اس کی قیمت اگرچہ تھوڑی ہو لیکن اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے کافی ہو۔

لہذا "سیکشن 2 (viii) کے ابتدائی الفاظ کے ساتھ ذیلی شق (d) کو بھی ملا کر پڑھا جانا چاہئے اور بیوی کی جائیداد کا شوہر کی طرف سے تصرف اس نوعیت کا ہونا چاہئے جو بیوی پر ظلم کے مترادف ہو۔ یہ ہر معاملے میں حقیقت کا سوال ہے۔"

**(E) شوہر اسے اس کے مذہبی پیشے یا عمل کی پابندی میں روکتا ہے**

(e) obstructs her in the observance of her religious profession or practice.[1]

اس شق کے تحت اگر خاوند اپنی بیوی پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جس سے اس کو مذہب پر عمل پر دشواری پیدا ہو تو یہ خاوند کی طرف سے ظلم شمار کیا جائے گا۔ تاہم مذہبی عمل پر شوہر کی پابندیاں اس نوعیت کی ہونی چاہئیں جو بیوی کے بنیادی مذہبی عقیدے کو متاثر کرتی ہوں۔ بیوی کو اس کی راسخ العقیدہ رسومات پر آنکھیں بند کر کے عمل نہ کرنے کی ہدایت ظلم نہیں ہوسکتی۔

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

**(F) اگر شوہر کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ قرآن کے احکام کے مطابق اس کے ساتھ انصاف نہ کرے**

(f) if he has more wives than one, does not treat her equitably in accordance with the injunctions of the Quran[xvi]

دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کے متعلق قرآنی حکم سورت نسا میں موجود ہیں، جن میں ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل کے احکام ہیں، لہذا اگر ایسا شخص جس کی دو بیویاں ہیں، ایک کی حمایت کرتا ہے اور دوسری کو نظرانداز کرتا ہے، تو بیوی کو اس طرح نظرانداز کیا گیا ہے، ذہنی ظلم کی بنیاد پر خاتون تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کرسکتی ہے۔

شادی کو تحلیل کرنے کی بنیاد کے طور پر شوہر کے ظلم کے بارے میں، یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ ایکٹ کے تحت ظلم کا مطلب شوہر کی طرف سے نہ صرف جسمانی حملہ ہے جو بیوی کی زندگی کو خطرے میں ڈالتا ہے، بلکہ اس میں ذہنی اذیت بھی شامل ہے۔ اس ایکٹ کے سیکشن 2 (viii) میں ذہنی اذیت کی کیا مقدار واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔

لیکن عدالتیں، مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ بھی، بیوی کے خلاف شوہر کے کسی دوسرے طرز عمل کو 'ذہنی ظلم' کے طور پر شامل کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ عدالت صرف مسلم میرج ایکٹ 1939 کے سیکشن 2 (viii) کی وضاحت شدہ مثالوں کے تحت لفظ ظلم کی تشریح کرنے کی پابند نہیں ہے۔[xvii]

**کوئی دوسری بنیاد جسے مسلم قانون کے تحت تحلیل شدہ نکاح کے لیے جائز تسلیم کیا گیا ہے**

(ix) on any other ground which is recognised as valid for the dissolution of marriages under Muslim law .[1]

سیکشن 2 (ix) کی یہ شق اس لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے کہ فقہ اسلامی میں جن اسباب کی بنیاد پر فقہا کرام فسخ نکاح کے قائل ہیں، اگرچہ ان کا ذکر اوپر کی شقوں میں مذکور نہ ہو تو یہ شق خاتون کو اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ ان اسباب کو بنیاد بناتے ہوئے عدالت میں تنسیخِ نکاح کا دعویٰ دائر کرسکتی ہے۔ تاہم اسے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اس نے دعویٰ میں جو سبب ذکر وہ فقہ اسلامی سے ماخوذ ہے۔[xviii]

عدالتوں کے جاری کردہ فیصلوں کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عدالت کے نزدیک درج ذیل وجوہات بھی تنسیخِ نکاح کے اسباب ہیں:

- خیار بلوغ
- بیوی کا اسلام قبول کرنا اور خاوند کا سابقہ مذہب پر رہنا
- میاں بیوی میں نفرت کا پایا جانا
- خلع[xix]

**(دفعہ ۴) دوسرے عقیدے میں تبدیلی کا اثر**

Effect of conversion to another faith.[xx]

شادی شدہ مسلمان عورت کی طرف سے اسلام ترک کرنا یا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں اس کا تبدیل ہونا از خود اس کی شادی کو تحلیل کرنے کے لیے کام نہیں کرے گا، بشرطیکہ اس ترک یا تبدیلی کے بعد، عورت تحلیل کا حکم نامہ حاصل کرنے کی حقدار ہوگی۔ سیکشن 2 میں مذکور کسی بھی بنیاد پر اس کی شادی مزید فراہم کی گئی ہے کہ اس دفعہ کی دفعات کسی دوسرے مذہب سے اسلام قبول کرنے والی عورت پر لاگو نہیں ہوں گی جو دوبارہ اپنے سابقہ عقیدے کو قبول کرتی ہے۔

Al-Qirtas
ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

تنسیخِ نکاح کے ذکر میں مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961 کا دفعہ نمبر سات اور آٹھ کا ذکر کرنا ضروری ہے۔اس ایکٹ کی دفعہ سات میں طلاق کا اور اس کا مکمل طریقہ کار ذکر ہے۔ جبکہ دفعہ آٹھ کا متن درج ذیل ہے:

''اگر طلاق دینے کا حق جائز طور پر بیوی کو تفویض کر دیا گیا ہو اور وہ یہ حق استعمال کرنا چاہے یا نکاح کے فریقین میں سے کوئی فریق طلاق کے سوا دوسری صورت میں نکاح کی تنسیخ کرنا چاہے تو دفعہ سات میں مناسب تبدیلیوں ساتھ جہاں تک قابل اطلاق ہوں، اطلاق پذیر ہوں گے۔''

## خلع اور تنسیخ نکاح

موجودہ دور میں ہماری عدالتوں میں میاں بیوی کے درمیان اختلافی مسائل کثرت سے دیکھنے میں آرہے ہیں۔ عموماً عورت کی جانب سے خاوند کے خلاف ''خلع'' کا دعویٰ دائر کیا جاتا ہے۔ سابقہ باب میں خلع کے احکام کے بارے میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے، جس کا حاصل یہ تھا کہ خلع میاں بیوی کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جس پر زوجین کا اتفاق ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں عدالت کی کوشش ہوتی تھی کہ اس پر خاوند کی رضامندی حاصل کی جائے، اگر خاوند کی رضامندی ہوتی تو عدالت میاں بیوی کے درمیان خلع کا آڈر جاری کر دیتی تھی۔ اور اس کے بعد دونوں کے درمیان مزید معاملات کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا۔ تاہم بعد میں عدالت نے خلع کو ''تنسیخِ نکاح'' کی ایک صورت قرار دیا اور خلع پر خاوند کی رضامندی کے بجائے بیوی کی یکطرفہ رضا کو دیکھتے ہوئے فیصلہ دینے شروع کیا، اب عدالت میں مستقل طور پر اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

خلع کے بارے میں عدالتی عمل سراسر اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ خلع کو تنسیخ نکاح کی صورت بنانے کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے بھی موجود ہے جس میں عدالت کو خاوند کی رضا حاصل کیے بغیر یکطرفہ طور پر خلع کی ڈگری جاری کرنے پر تحفظات کا اظہار کیا۔ اس بارے میں فقہ اسلامی کے قوانین کے مطابق معاملہ حل کرنے کی سفارشات پیش کیں، تاہم موجودہ عدالتوں نے خاطر خواہ توجہ نہیں دی اور اپنی سابقہ روش برقرار رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتوں سے خلع کے معاملہ میں جاری کردہ ڈگری کا معاملہ جب علما کے سامنے پیش آتا ہے تو ان کو یکطرفہ خلع کی ڈگری پر تحفظات ہوتے ہیں، اور مفتیان کرام ایسے معاملات کو ''تنسیخِ نکاح'' کے قانون کی روشنی میں دیکھتے ہیں، اگر ان معاملات میں تنسیخ نکاح کی صورتوں میں کوئی صورت پائی جائے تو عدالت سے جاری ڈگری پر جواز کا فیصلہ دیا جاتا ہے، تاہم اگر عدالت سے جاری ہونی والی خلع کی ڈگری میں تنسیخ نکاح کی صورتوں میں کوئی صورت نہ پائی جائے عدالت کی جاری کردہ ڈگری فقہ اسلامی کے مخالف ہونے کی وجہ علما کے ہاں کالعدم شمار ہوتی ہے۔

لہذا عدالتوں میں موجود جج صاحبان کو چاہیے کہ میاں بیوی کے آپس کے معاملات کو فقہ اسلامی کے مطابق جاری ہدایات کی روشنی میں حل کریں، تاکہ عوام الناس کو کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہ ہو، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ نہ ہوں۔

مناسب یہی ہے کہ عدالت خلع کی ڈگری میں خاوند کی رضامندی ضرور حاصل کریں، اور خاوند کی رضامندی اور اس کے دستخط کو خلع کی ڈگری کو لازمی جزو بنایا جائے۔ اگر کسی صورت میں خاوند اپنی بیوی کو طلاق دینے پر آمادہ نہیں اور نہ ہیں خلع پر راضی ہے، بلکہ وہ سرے سے عدالت کی کاروائی کا بائیکاٹ کرتا ہے اور عدالت کے بلانے کے باوجود وہ عدالت نہیں جاتا، تو ایسی صورت میں ایسا خاوند ''متعنت'' شمار ہوتا ہے۔ اور تنسیخ نکاح کی صورتوں میں یہ بات وضاحت سے گزر چکی ہے کہ اگر خاوند متعنت ہو اور عدالت میں اس کی طرف زیادتی ثابت ہو جائے تو عدالت اس کے خلاف یکطرفہ طور پر ''تنسیخِ نکاح'' کی ڈگری جاری کرتے ہوئے اس کا نکاح ختم کر سکتی ہے۔

ایسی صورت میں عدالت اپنے فیصلے کی بنیاد ''تنسیخِ نکاح'' کو قرار دیں، اور تنسیخ نکاح کی کئی صورتوں میں سے اس صورت کو متعین کر دیں جس کی بنیاد پر فیصلہ صادر کیا گیا۔ خلع کو تنسیخ نکاح کی بنیاد بنانے سے گزیر بہر حال ضروری ہے۔[xxi]

### نتائج تحقیق

- ❖ تنسیخ نکاح کی بہت سی صورتیں سامنے آئیں، تاہم تنسیخِ نکاح عورت کا حق ہے، خاوند اگر راضی نہ بھی ہو تو بھی اگر عورت چاہے تو تنسیخِ نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو۔
- ❖ جب بھی فیملی کورٹ میں تنسیخ نکاح کا کوئی مقدمہ دائر ہو قاضی کو چاہیے کہ سب سے پہلے زوجین کے مابین مصالحت اور مفاہمت کے سلسلہ میں اپنا مثبت کردار ادا کرے اور مسئلہ کا حل نکالے جو فسخ نکاح کا سبب بن رہا ہے۔
- ❖ حکومت کو چاہیے کہ عدالتی معاملات ایسے لوگوں کے حوالے کرے جو پاکستانی قانون کے ساتھ ساتھ شرعی امور پر بھی مہارت رکھتے ہیں یہاں ایسے لوگوں کے ساتھ شریعہ ایڈوائزر مقرر کیے جائیں۔

### سفارشات

1. اگر خلع کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہو تو خاوند کی رضامندی حاصل کی جائے۔
2. عدالت میں ججز کو چاہیے کہ حقیقی وجوہات کو تلاش کر کے اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ اگر عورت واقعتاً مجبور ہو اور وہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو تو اس کے مطابق فیصلہ ہو، تاہم اگر کسی معاملہ میں جج یہ محسوس کرے کہ اس میں غلطی عورت کی جانب سے پائی جا رہی ہے تو اس میں جانبین کو سمجھائے۔ بصورت دیگر تنسیخِ نکاح کے بجائے ایسے کیس کو خارج کر دے۔
3. ممبران میں معاملات کو حل کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو اور ان کو شرعی قوانین کے بارے میں علم ہو۔
4. عائلی عدالتوں میں ججز کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور خواتین ججز کو بھی شامل کیا جائے۔
5. عائلی عدالتوں میں اخراجات کو کم کیا جائے۔

### مصادر و مراجع

1 حسین، واحد، Administration of Justice During the Muslim Rule in India 1934۔ طباعت دوم 1986۔ نئی دہلی، ص 103-109

1 پیرزادہ، شمس، مسلم پرسنل لا اور یکساں سول کوڈ، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 2014، ص7

1 قمر زمان وٹو، صائمہ شہزاد، مینول آف فیملی لاز، پاپولر لا بک ہاؤس، لاہور، 2019: ص239

The Dissolution Oof Muslim Marriages Act, 1939[1]

### حوالہ جات:

---

عشرت پروین، ایم ایس سکالر شعبہ علوم اسلامیہ، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا

Al-Qirtas ARABIC
ISSN Online : 2709-6076
ISSN Print : 2709-6068

i حسین، واحد، Administration of Justice During the Muslim Rule in India 1934۔ طباعت دوم 1986۔ نئی دہلی، ص 103-109

ii پیرزادہ، شمس، مسلم پرسنل لا اور یکساں سول کوڈ، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 2014، ص 7

iii پیرزادہ، شمس، مسلم پرسنل لا اور یکساں سول کوڈ، ص 8

iv The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

v قمر زمان وٹو، صائمہ شہزاد، مینول آف فیملی لاز، پاپولر لا بک ہاؤس، لاہور، 2019: ص 239

vi مینول آف فیملی لاز: ص 239

vii The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

viii قمر زمان وٹو، صائمہ شہزاد، مینول آف فیملی لاز، پاپولر لا بک ہاؤس، لاہور، 2019: ص 242

ix The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

x مینول آف فیملی لاز: ص 239

xi The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

xii قمر زمان وٹو، صائمہ شہزاد، مینول آف فیملی لاز، پاپولر لا بک ہاؤس، لاہور، 2019: ص 245

xiii The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

xiv مینول آف فیملی لاز: ص 240

xv The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

xvi The Dissolution Oof Muslim Marriages Act, 1939

xvii مینول آف فیملی لاز: ص 252

xviii ایضا، ص 245

xix مینول آف فیملی لاز: ص 245

xx The Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939

xxi مینول آف فیملی لاز: ص 279